"وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌلَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی" کی قرآنی پیشنگوئیاں اپنی صداقتیں منوا رہی ہیں۔ میں نے بھی ان سطور میں سرورِ عالم ﷺ کی حیاتِ طاہرہ کے ایک گوشے یعنی رحمتِ مجسمؐ کے غصے کے حوالے سے اپنی معروضات حوالۂ قرطاس کی ہیں۔

محمدؐ رحمۃ للعالمین

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ کی ذات فقط پیکرِ رحمت ہی تھی اور حضور کبھی غضبناک نہیں ہوئے ہوں گے۔ قرآن مجید نے صاحب قرآن کو "وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ" کے الفاظ میں جہانوں کے لئے رحمت قرار دیا ہے اور غصے میں آنا انسانی کمزوری کی نشاندہی کرتا ہے اور بلند اخلاق کی حامل شخصیت سے غصے کا صدور مستحسن نظر بھی نہیں آتا۔ خود حضور کا ایک فرمان اس کا مؤید ہے :

((عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ انَّ رسولَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ علیہ وسلّم قال : لَیْسَ الشَّدیدُ بِالصُّرَعۃِ اِنَّما الشَّدیدُ الّذی یَمْلِکُ نَفْسَہُ عِندالغَضَبِ))

"ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : پہلوان وہ نہیں جو کشتی میں غالب آئے' پہلوان وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے"۔

یہ درست ہے کہ حیوانی غصے کو کبھی بھی اچھا نہیں سمجھا گیا مگر بعض غصے ایسے ہوتے ہیں جن کے مقابلے میں ہزاروں شفقتیں اور رحمتیں ہیچ ہوتی ہیں۔ یہ محبت والے کے دل سے پوچھیں جس کا روٹھا ہوا محبوب راضی ہوتے ہوئے غصے ہوا ہو۔ یقیناً یہ غصہ اسے اپنے محبوب کی پرانی چاہتوں سے عزیز ہوگا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو انسانیت کی رشد و ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا گیا تھا اور ساتھ ہی اس کام کے کرنے کا انداز بھی یوں بتلا دیا گیا کہ "اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ" یعنی "لوگوں کو اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت سے بلاؤ" تو حضور نے فرمان خداوندی کی تعمیل میں حکمت سے

کام لیتے ہوئے کبھی شفقت سے اور کبھی مزاج مبارک کی برہمی سے لوگوں کو رب کی راہ دکھلائی ہے۔ محبوب لوگ اپنے چاہنے والوں سے کبھی غصہ دکھا کر اور کبھی مسکراہٹوں کے پھول برسا کر اپنی بات منوا لیا کرتے ہیں۔ پس حضورؐ نے بھی تحریک اسلامی کے کارکنوں کی تربیت و اصلاح کی خاطر کبھی "موعظتِ حسنہ" اور کبھی "حکمت" کے پیش نظر غصے کا اظہار بھی فرمایا۔

حضورؐ اپنی ذات کے لئے غصہ نہیں فرماتے تھے بلکہ جب اپنی ذات کا معاملہ ہوتا تو حضور کی رحمت کی گہرائیوں کے سامنے سمندر بھی قطرہ لگتا۔ صفوان بن امیہ الجمعی نے کیا کیا اذیتیں نہ دیں مگر حضور نے اسے امان کی نشانی کے طور پر نبوت والا عمامہ عنایت کر دیا۔ اِس امت کے فرعون' اسلام کے سب سے بڑے دشمن ابو جہل کا بیٹا عکرمہ فتح مکہ کے بعد بھاگ کر یمن چلا جاتا ہے' اس کی مسلمان بیوی حکیم بنت الحارث بن ہشام کی التجا پر اسے بھی معاف کر دیا جاتا ہے۔ کاتبِ وحی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح مرتد ہو گئے تھے اور حضرت عثمانؓ نے جب ان کی سفارش کی تو ان کو بھی معاف فرما دیا۔ صاجزادی زینبؓ کے قاتل ہبار بن الاسود کا خون مباح کر دیا جاتا ہے' مگر حاضر خدمت ہو کر جب وہ توبہ کرتا اور معافی مانگتا ہے تو معاف کر دیا جاتا ہے (حضرت محمد ﷺ' از علی اصغر چوہدری) چچا کے قاتل وحشی بن حرب اور چچا کی لاش کا مثلہ بنانے والی ہند زوجہ ابو سفیان کو بھی معاف کر دیا جاتا ہے۔ کعب بن زہیر جیسا زہر اگلنے والا شاعر جس نے زندگی کا بیشتر حصہ آپؐ کی ہجو گوئی میں گزارا حاضر خدمت ہو کر قصیدہ بانت سعاد پیش کرتا ہے تو حضورؐ اسے اپنی چادر انعام میں دے دیتے ہیں اور اسے بھی معاف کر دیتے ہیں۔ تو حضور اپنے لئے غصہ نہیں فرماتے تھے بلکہ یہ کبھی تو دشمنانِ خدا اور رسول پر ہوا ہے اور کبھی تربیت و اصلاح کی خاطر کارکنانِ تحریک اسلامی پر ہوا۔ ایک دفعہ مسجد میں تشریف لائے تو مسجد کی دیواروں پر تھوک کے دھبے اور نشانات دیکھے۔ آپؐ کے دستِ مبارک میں کھجور کی ایک شاخ تھی۔ آپ نے اس شاخ سے ان دھبوں کو کھرچا اور مسجد کی دیواروں کو کراہت والے اُن دھبوں سے پاک کر دیا' اور پھر لوگوں سے خطاب کر کے غصے میں فرمایا کہ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کوئی شخص تمہارے سامنے آ کر تمہارے چہرے پر تھوک دے۔ جب کوئی

شخص نماز پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے سامنے اور فرشتے اس کے دائیں ہوتے ہیں' اس لئے سامنے اور دائیں نہیں تھوکنا چاہئے۔ (ترغیب و ترہیب' سیرۃ النبیؐ)

راستوں میں گندگی پھیلانے پر

عربوں کی ایک عادتِ بد یہ بھی تھی کہ راستوں میں بے تکلّف بول و براز کرتے تھے۔ حضورؐ ایسا دیکھتے تو سخت غصے اور برہمی کا اظہار فرماتے۔ چنانچہ آپ نے راستوں میں اور درختوں کے سائے میں پیشاب کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے (ترغیب و ترہیب) لعنت کا مطلب ہے رحمت سے دُوری۔ دیکھا آپ نے رحمتِ مجسم ﷺ کا غصہ!

بدبودار اشیاء پر

بدبودار چیزوں مثلاً پیاز اور لہسن وغیرہ سے نفرت تھی' اس لئے حکم تھا کہ جو شخص پیاز یا لہسن کھائے وہ ہماری مسجد میں نہ آئے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ حکومت میں ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ تم لوگ پیاز اور لہسن کھا کر مسجد میں آتے ہو حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تھا کہ کوئی شخص یہ چیزیں کھا کر آتا تو آپ حکم دیتے کہ اسے مسجد سے نکال کر بقیع پہنچا دیا جائے۔

نا مرغوب رنگ پر

حضورؐ کو سفید رنگ بہت پسند تھا اور سرخ رنگ سے نفرت تھی۔ بسا اوقات سرخ رنگ پر غصے اور برہمی کا اظہار بھی فرمایا۔ ایک روز ایک شخص سرخ پوشاک پہن کر حاضرِ خدمت ہوا اور سلام عرض کیا مگر آپ نے جواب نہیں دیا۔ ایک مرتبہ صحابہؓ نے سواری کے جانوروں پر سرخ چادریں ڈال دیں تھیں تو آپؐ نے فرمایا: میں یہ نہیں چاہتا کہ یہ سرخی تم پہ غالب آ جائے۔ عبداللہ بن عمروؓ سرخ رنگ کے کپڑے پہن کر حاضر خدمت ہوئے تو فرمایا: یہ کیا لباس ہے؟ عبداللہ نے جا کر آگ میں ڈال دیا۔ آپؐ نے سنا تو فرمایا: کسی عورت کو دے دیا ہوتا۔ (ابوداؤد' سیرۃ النبیؐ' سید سلیمان ندوی)

خفیف سوالات پر

دورِ جاہلیت کے پروردہ لوگ بسا اوقات ایسے سوالات کرتے کہ آپؐ کو غصہ آجاتا اور شدید ناگواری ہوتی۔ مثلاً کوئی پوچھتا یا رسول اللہ میرے باپ کا کیا نام ہے؟ میرا اونٹ گم ہو گیا ہے' وہ کہاں ہے؟ ایک مرتبہ اسی قسم کے سوالات کئے گئے تو آپ نے برہم ہو کر فرمایا : جو پوچھنا ہو پوچھو' میں سب کا جواب دوں گا۔ حضرت عمرؓ نے آپ کے چہرۂ اقدس کے رنگ کو دیکھا تو الحاح کے ساتھ عرض کیا رَضِیتُ الخ (بخاری کتاب العلم' سیرۃ النبیؐ' جلد دوم)

غلاموں کی حمایت میں

حضرت ابو مسعود بدری ﷺ فرماتے ہیں کہ میں اپنے غلام کو مار رہا تھا کہ کسی نے پیچھے سے آواز دی : "اے ابو مسعود جان لو!" غصے کی وجہ سے میں نہیں سمجھ سکا کہ یہ کون کہہ رہا ہے۔ جب وہ شخص قریب آیا تو میں نے دیکھا کہ حضرت محمد ﷺ ہیں اور یہ فرما رہے ہیں کہ "جان لو اے ابو مسعود' تم کو جتنی قدرت اس غلام پر ہے اس سے زیادہ قدرت اللہ کو تم پر ہے"۔ میں نے عرض کیا! اب کبھی بھی کسی غلام کو نہیں ماروں گا اور ساتھ ہی اس غلام کو آزاد کر دیا۔ ابو مسعود نے غصے میں بیدردی سے اسے پیٹا تھا اور وہ بھی کوڑے سے۔ اس لئے یتیموں کے والی کو غصہ آ گیا' ابو مسعود کو سختی سے ٹوکا اور فرمایا : "اگر تم نے اسے آزاد نہ کیا ہوتا تو جہنم کی لپٹ تم تک پہنچتی"۔ ("زادِ راہ" ص ۳۴۲ از مولانا جلیل حسن ندوی)

نوحہ کرنے پر

اسلام صبر و رضا کا دین ہے اور اپنے پیروؤں سے راحتوں میں شکر اور مصائب میں صبر کا تقاضا کرتا ہے' اس لئے آپؐ کو بے صبری اور ناشکری سخت ناپسند تھی۔ حضرت جعفرؓ بن ابی طالبؓ جن سے آپ بہت زیادہ محبت کرتے تھے جب ان کی شہادت پر بے صبری کا مظاہرہ کیا گیا تو آپ شدید برہم ہوئے۔ چنانچہ سنن ابن ماجہ میں روایت ہے کہ نوحہ کرنے والی عورتوں کے متعلق آپ کو خبر دی گئی تو آپ نے منع کرنے کا حکم دیا۔ منع کرنے والا

ناکام آیا تو آپؐ نے دوسری بار اسے پھر بھیجا' اس پر بھی وہ باز نہ آئیں تو تیسری مرتبہ آپؐ نے فرمایا: "جا کر ان عورتوں کے منہ میں خاک جھونک دو"۔ اسی طرح ام سلمہ ؓ نے بھی اپنے شوہر کے انتقال پر گریہ وبکا کی کوشش کی تو حضور ؐ نے فرمایا: "کیا اس گھر میں شیطان کو داخل کرنا چاہتے ہو جس سے خدا نے اسے نکال دیا ہے"۔ (صحیح مسلم' صفحہ ۳۴)

حکام کی بے احتیاطی پر

کسی بھی معاشرے کو کھوکھلا کرنا ہو تو وہاں رشوت کو رواج دے دو' پورے معاشرے کی عمارت شکست وریخت کا شکار ہو جائے گی۔ عدل وانصاف کا خون ہو گا اور نفس پرستی و مادیت پرستی عام ہو کر روحانیت کا خاتمہ کر دے گی۔ حضور ﷺ کے دور کے معاشرے میں رشوت لینے دینے کی مثالیں تو نہیں ملتیں لیکن اس کے باوجود حضور کو جہاں شبہ ہو جاتا وہاں سخت تنبیہ فرماتے۔ بڑے افسروں کو رشوت نقد کی بجائے تحائف کی صورت میں دی جاتی ہے۔ ایسا ہی ایک واقعہ حضور کے دور میں بھی پیش آیا جب آپ نے قبیلہ ازد کے ایک شخص کو زکوٰۃ کی وصولی کے لئے بھیجا تو اس نے واپس آکر حضور ؐ کے سامنے زکوٰۃ کا مال پیش کیا اور کہا: "اتنا مال مسلمانوں کا ہے اور اتنا مجھے ہدیہ ملا ہے"۔ یہ چونکہ ایسا فعل تھا کہ اگر اس کی سرعام مذمت نہ کی جاتی تو لوگ اس کو ہمیشہ کے لئے جواز بنا لیتے' اس لئے آپ ؐ نے منبر پر خطبہ دیا اور فرمایا: "اس عامل کو دیکھو جو یہ کہتا ہے کہ یہ مسلمانوں کا مال ہے اور یہ میرا مال ہے۔ ذرا وہ اپنے گھر میں تو بیٹھ کر دیکھے کہ اس کے پاس تحفہ آتا ہے یا نہیں؟" (صحیح مسلم شریف)

دھوکہ دہی پر

دھوکے باز کی معاشرے میں کوئی قدر و منزلت نہیں ہوتی۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک عام اخلاقی درس دیا کہ "اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِہٖ وَیَدِہٖ" (مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں) اس لئے حضور کو دھوکہ دہی سے سخت نفرت ہوتی تھی۔ دھوکہ دہی کے سدِّباب کے لئے آپ نے شدید برہمی کا اظہار بھی فرمایا۔ چنانچہ فرمایا "مَنْ غَشَّ فَلَیْسَ مِنَّا" جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں ـــــ ایک بار بازار میں تشریف لئے گئے تو ایک شخص کے غلے کے ڈھیر میں

ہاتھ ڈال کر دیکھا تو نمی محسوس ہوئی۔ چونکہ بھیگے ہوئے غلے کا وزن بڑھ جاتا ہے اس لئے آپ نے فرمایا :"جو دھوکہ دیتا ہے وہ ہم میں سے نہیں"۔ ("سیرت سید المرسلین" از مولانا ابوالکلام آزاد) الفاظ کے زیر و بم پر غور کیجئے کہاں رحمت مجسم اور کہاں اتنی سخت سزا کہ "وہ ہم میں سے ہی نہیں"۔

بے حیائی کے مظاہرے پر

حیا انسان کا زیور ہے اور بے حیا کا کوئی وقار نہیں۔ حضور ﷺ خود کسی کنواری دوشیزہ سے بھی زیادہ شرمیلے تھے۔ آپؐ نے اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ کہہ کر حیاء کو ایمان کا حصہ بنادیا ہے۔ بے حیائی پر آپؐ سخت غصے میں بھی آئے۔ ایک بار آپؐ نے ایک شخص کو میدان میں بالکل برہنہ نہاتے دیکھا تو فوراً منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا "اللہ تعالیٰ حیاء کو پسند کرتا ہے' اس لئے برہنہ نہ ہوا کرو"۔ ("سیرت سید المرسلین" از ابوالکلام آزاد)

ایک مرتبہ آنحضورؐ زکوٰۃ کے اونٹوں کی چراگاہ میں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ چرواہا جنگل میں ننگا لیٹا ہے۔ آپ نے اسی وقت اسے معزول کردیا اور فرمایا: "لَا یَعْمَلُ لَنَا مَنْ لَّا حَیَاءَ لَہٗ" یعنی جس میں حیا نہیں وہ شخص ہمارے کسی کام کا نہیں ("پردہ" صفحہ ۲۸۲' از سید ابوالاعلیٰ مودودی)۔ اور آپؐ کے ارشاد "اِذَا لَمْ تَسْتَحْیِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ" میں جو ناگواری' برہمی' غصے اور بے زاری کی فراوانی ہے وہ الفاظ ہی سے عیاں ہے۔

آلاتِ تکبّر پر

اللہ تعالیٰ کو تکبر سخت ناپسند ہے' بروزِ حشر متکبرین سے کہا جائے گا : اُدْخُلُوْا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا فَبِئْسَ مَثْوَی الْمُتَکَبِّرِیْنَ۔ تکبّر صرف اللہ تعالیٰ کو ہی زیب دیتا ہے۔ جب کبھی ایسا موقع آتا کہ نبی ﷺ کے دل میں تکبر پیدا ہونے کا سامان ہوتا تو آپؐ سختی سے انکار کردیتے۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے منقش کپڑے کا پردہ لٹکایا' حضورؐ کی نظر پڑی تو فوراً اتروادیا۔ ایک صحابی نے حریر کا چغہ آپؐ

کو پیش کیا' آپ ؐ نے اسے پہن کر نماز پڑھی' نماز سے فراغت کے بعد نہایت ناگواری کے ساتھ اتار کر پھینک دیا اور فرمایا : لَا یَنۡبَغِیۡ هٰذَا لِلۡمُتَّقِیۡنَ "یہ پرہیز گاروں کے قابل نہیں" (سیرت سید المرسلین)

لایعنی بحثوں پر

حضور ؐ نے مسلمانوں کی ایک خصوصیت یہ بھی بیان فرمائی کہ وہ لایعنی اور غیر ضروری مباحث میں نہیں پڑتا۔ ان میں بعض تو فقط وقت کے ضیاع کا سبب ہوتی ہیں مگر بعض بحثیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر ان میں غور و فکر سے روکا نہ جائے تو مذہبی عقائد میں بہت سے فتنوں کے دروازے کھل جائیں اور ایسے لوگوں کی آپ ؐ نے پہلے ہی خبر بھی دے دی تھی کہ سَیَکُوۡنُ فِیۡ اُمَّتِیۡ اَقۡوَامٌ یُکَذِّبُوۡنَ بِالۡقَدۡرِ میری امت میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو قدر کا انکار کریں گے (حاکم) ("تاریخ حدیث" از ڈاکٹر غلام جیلانی برق' صفحہ نمبر ۱۰۵)

ایک مرتبہ صحابہ اسی مسئلۂ قدر و جبر پر مباحثہ کر رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے دیکھ لیا تو چہرۂ مبارک غصے سے سرخ ہو گیا اور آپ ؐ نے فرمایا : هٰذَا اُمِرۡتُمۡ اَوۡ لِهٰذَا خُلِقۡتُمۡ تَضۡرِبُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ بَعۡضَهٗ بِبَعۡضٍ 'هَلَکَتِ الۡاُمَمُ قَبۡلَکُمۡ (سیرت سید المرسلین)

نمازِ باجماعت سے عدم شمولیت پر

اسلام نے نماز کی ادائیگی کے لئے جماعت کو ضروری قرار دیا ہے اور جماعت والی نماز کو اکیلی نماز پر ۲۷ درجہ فضیلت بخشی ہے اور حضور ؐ فرماتے ہیں کہ دنیا میں اجنبی چار ہیں : ظالم کے سینے میں قرآن' بے نمازوں کے محلے میں مسجد' تلاوت نہ کرنے والوں کے گھر قرآن مجید' اور بری قوم میں نیک آدمی ("تاریخ حدیث" از غلام جیلانی برق' صفحہ ۱۷۸) تحریک اسلامی کے رکن کی حیثیت سے ہر کارکن کے لئے یہ لازمی ہے کہ وہ جماعتی نظم کی خاطر اور تحریکی اہداف کے حصول اور مقاصد کی تکمیل کے لئے نماز پنجگانہ باجماعت مسجد میں ادا کرے' لیکن بعض لوگ اس سے غفلت کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضور ؐ

نے چند افراد کو ڈھونڈا' نہ پایا تو اس پر نہایت برہم ہوئے اور فرمایا: "جی میں آتا ہے کہ ایک شخص کو امام بنا کر خود ان لوگوں کے پاس چلا جاؤں اور لکڑیوں کا ڈھیر لگا کر ان کے گھروں میں آگ پھونک دوں"۔ (صحیح مسلم' سیرت سید المرسلین) دیکھا آپ نے کہاں رحمتِ مجسم کی رحمتوں کے چھم چھم برستے بادل اور کہاں اتنا غصہ کہ گھر تک جلا ڈالنے کی خواہش؟ یہ غصہ اپنی ذات کے لئے نہ تھا بلکہ کارکنان تحریکِ اسلامی کی تربیت و اصلاح کے لئے تھا۔

مقتدیوں کی رعایت نہ کرنے والے امام پر

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ امام صاحبان جب نماز پڑھاتے ہیں تو مقتدا ہونے کے اثر سے آواز میں خاص تصنّع کا اہتمام کرتے ہیں اور نماز قدرے لمبی کر دیتے ہیں۔ آپؐ کی تاکید تھی کہ امام جب نماز پڑھائے تو مختصر پڑھائے اور جب خود پڑھے تو جتنی مرضی ہو لمبی پڑھے۔ خود رحمتِ مجسم ﷺ مقتدیوں کا بہت خیال رکھا کرتے تھے دوران نماز کسی بچے کے رونے کی آواز آتی تو ماں کی بے قراری کے خیال سے نماز مختصر فرما دیتے۔ اسی طرح ضعیف اور کاروباری لوگوں کی مجبوری کا بھی خیال رکھا کرتے تھے۔ اگر کوئی امام لمبی نماز پڑھاتا تو سرزنش فرماتے۔ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں اپنے امام سے متعلق یہی شکایت کی تو آپ کو معمول سے زیادہ غصہ آگیا اور فرمایا: "تم دین سے لوگوں کو متنفر کر رہے ہو؟ امام کو نماز میں تخفیف کرنی چاہئے کیونکہ ان میں مریض' ضعیف اور کاروباری ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں"۔ (بخاری شریف' سیرت سید المرسلین' رسولِ عربی)

اپنے سرداروں کے وقار کی خاطر

جو قوم اپنے سرداروں کا ادب و احترام کرنا چھوڑ دیتی ہے اور اپنے سرداروں کے وقار کو خود گرا دیتی ہے اس کے سردار اور بالآخر وہ قوم خود بھی بے وقعت و بے وقار ہو جایا کرتی ہے۔ حضورؐ اپنے مقرر فرمودہ سرداروں کے وقار کا خوب خیال فرمایا کرتے تھے اور کبھی اس کے منافی کوئی عمل دیکھتے تو سخت غصہ فرماتے اور سرداروں کے وقار کو بحال فرما دیتے۔ غزوۂ موتہ ۸ ہجری کا واقعہ ہے کہ حضورؐ نے زید ابن حارثہ کو سردارِ لشکر بنایا

اور فرمایا : اگر زید شہید ہوں تو جعفرطیار سردار ہوں گے اور اگر جعفر بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ امیر ہوں گے۔ اتفاق کی بات کہ تینوں شہید ہو گئے تو مسلمانوں نے تاریخ اسلامی کے عظیم جرنیل نامور سپاہی خالد بن ولید کو امیر لشکر بنالیا اور آپ کے ہاتھ سے اس روز ۸ تلواریں اور بعض روایات کے مطابق ۹ تلواریں ٹوٹیں۔ حضرت عوف ابن مالک روایت کرتے ہیں کہ قبیلہ حمیر کے ایک شخص نے دشمنوں میں سے ایک دشمن کو مارا اور اس کا سامان لینا چاہا تو خالد بن ولید نے نہ دیا تو عوف بن مالک رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے یہ حال بیان کیا۔ آپ نے خالدؓ سے فرمایا : تم نے اس کو سامان کیوں نہ دیا؟ خالد نے عرض کی : یارسول اللہؐ وہ سامان بہت تھا۔ آپؐ نے فرمایا: اس کو دے دو۔ پھر خالد عوف کے سامنے سے گزرے تو انہوں نے چادر کھینچی اور کہا : جو میں نے بیان کیا تھا رسول اللہؐ سے وہی ہوا نا؟ (یعنی خالد کو شرمندہ کر دیا) فَسَمِعَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاسْتَغْضَبَ فَقَالَ : لَا تُعْطِهٖ يَا خَالِدُ لَا تُعْطِهٖ يَا خَالِدُ "تو جب رسول اللہ ﷺ نے یہ سنا تو غصہ ہوئے اور فرمایا اے خالد اس کو مت دے' اے خالد اس کو مت دے" (پھر فرمایا) هَلْ تَارِكُوْنَ لِيْ اُمَرَاءِ یْ "کیا تم میرے (مقرر کردہ) سرداروں کو چھوڑنے والے ہو؟" (مسلم شریف' کتاب الجہاد والسیر)

الغرض رسول اللہ ﷺ نے اراکین تحریک اسلامی کی تربیت و اصلاح کے لئے برہمی اور غصے کا اظہار بھی فرمایا ہے اور یہ سب کچھ اپنی ذات کے لئے نہ تھا بلکہ اس میں بھی انسانیت کی بھلائی اور ہدایت ہی پیش نظر رہتی تھی۔ فرماتے تھے کہ میری مثال ایسی ہے کہ تمہیں کمر سے پکڑ پکڑ کر جہنم سے ہٹاتا ہوں اور تم ہو کہ جہنم ہی کی طرف دوڑے جاتے ہو۔ اللہ تعالیٰ سیرتِ مصطفویؐ کی روشنی سے اپنی زندگیوں کو اجلا بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

عصری مسائل کا حل
سیرتِ طیبہؐ کی روشنی میں

ممتاز احمد اعوان☆

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی نسل انسانی کے لئے نمونہ کامل کا درجہ رکھتی ہے۔ آپؐ کی ذات گرامی ایک آفتاب ہے جو انسانیت کو منور کرتا ہے۔ آپؐ کی ذات بابرکات ایک بحر بیکراں ہے جو ہر طالب حق کو گوہر ہائے مطلوب سے نوازتی ہے۔ مومن ہر لحظہ آپؐ کے نمونہ کامل کا محتاج ہے۔ آپؐ نے زندگی کی ہر جہت میں ایک نمونہ پیش فرمایا۔ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی معرفت کے نقطہ عروج پر فائز ہوتے ہوئے مادی زندگی کی تنظیم و ترتیب اس انداز سے فرمائی کہ پوری زندگی میں اطاعت الٰہی کا گہرا رنگ دکھائی دیتا ہے۔ آپؐ کی ذاتِ کامل ہر دور کے ارتقائی مراحل میں انسان کے لئے ہر طرح کی راہنمائی مہیا کرتی ہے۔ انسان اس وقت اضطراب میں مبتلا ہے۔ روحانی طور پر ہم مضطرب ہیں' ذہن تفکرات میں گھرا ہوا ہے۔ اس اضطراب کے نتیجے میں بے یقینی اور عدم توازن کی سی کیفیت پیدا ہو گئی ہے۔ ہمارا عصر حاضر کی کربناک کیفیت کے بارے میں یہ سمجھ لینا کہ یہ اطمینان بخش ہے محض خود فریبی ہے۔ عصر حاضر کے مسائل کا حل تلاش کرنا اور اس صورتحال سے نکلنا ہمارا قومی فریضہ اور اپنے روحانی روگ کو دور کرنا ہماری دینی ذمہ داری ہے۔ انسان اپنے تخلیقی افعال و کردار کے اعتبار سے بھی اور روحانی پہلو سے بھی ترقی پذیر ہے۔ اس ارتقاء کے نقطہ عروج تک پہنچنے کے لئے نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی ہی وہ واحد ہستی ہے جو نمونہ کامل کا کردار ادا کر سکتی ہے۔

قرآن مجید کی بہت سی آیات اس بات پر شاہد ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

☆ اسسٹنٹ پروفیسر گورنمنٹ کالج پیپلز کالونی گوجرانوالہ